Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Comparative Analysis of Islamic Military Law and Modern International Laws of War

اسلامی عسکری قانون اور جدید بین الاقوامی جنگی قوانین کا تقابلی تجزیہ

Dr. Amir Nawaz Khan
Assistant Professor of Islamaiyat, Department of Islamic Studies and Research University of Science and Technology Bannu
amirnawazkhan@gmail.com
Dr. Zeeshan
Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST
dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract

The control of war is one of the essential issues in human history because military conflicts can result in the devastation of the area and loss of human life. Religious and secular legal traditions have tried to set up ethical and legal standards of control over the actions of war and maintenance of human dignity. The paper provides a comparative study of the Islamic Military Law and the contemporary laws of war under the International Law, specifically the ethical basis, the law, and the application to the modern conflict situations. The Islamic military law, which is based mainly on the Quran, the Sunnah of the prophet Muhammad (ﷺ), and classical Islamic jurisprudence, contains a detailed set of instructions on the issue of righteousness of war, treatment of prisoners of war, non-combatant protection of women, children, the old, and religious leaders. The principles promote justice, moderation and mercy even in armed conflict. Conversely, contemporary international humanitarian law, which is represented by such instruments as the Geneva Conventions, the Hague Conventions and the resolutions of the United Nations, puts in place internationally accepted legal norms that govern armed conflicts. These theories are meant to reduce human suffering through control of warfare means, human safeguarding and humane treatment of prisoners and the wounded. This paper compares and contrasts these two systems with each other, showing that they are more similar in terms of their fundamental focus on the safeguarding of human life, prohibition of unjustified violence, and humility to the prisoners of war. Simultaneously, it examines their disparities in their philosophical origins: Islamic law is founded on the divine revelation and moral responsibility before God, whereas modern international law is mostly secular and founded on human rights protection frameworks and international agreement. Through the comparison between the two traditions, the article claims that the Islamic military law and the current international humanitarian law have numerous ethical goals and may be used to complement one another in ensuring responsible behaviour in an armed conflict. The paper concludes that more insight into such legal traditions can help not only peacemaking in the world but also to empower humanitarian principles of warfare and enhance dialogue between Islamic legal scholarship and contemporary international legal institutions.

Keywords: *Islamic Military Law, International Humanitarian Law, Laws of War, Geneva Conventions, Islamic Jurisprudence, War Ethics, Non-Combatant Protection, Prisoners of War, Comparative Legal Study, Armed Conflict.*

1۔ تمہید اور تعارف

موضوع کا پس منظر

اسلامی عسکری قانون اور جدید بین الاقوامی جنگی قوانین کا تقابلی تجزیہ ایک ایسا موضوع ہے جو انسانی تاریخ کے ساتھ ساتھ جدید عالمی تنازعات کی پیچیدگیوں کو سمجھنے کے لیے انتہائی اہم ہے۔ جب سے انسان جنگوں میں ملوث ہوا ہے تب سے ہی اخلاقی اور قانونی اصولوں کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی ہے، لیکن اسلامی عسکری قانون جو قرآن مجید، احادیث نبوی اور فقہائے اسلام کی تعلیمات پر مبنی ہے، نے جنگ کے دوران شہریوں، جنگی قیدیوں اور غیر مسلح افراد کے حقوق کی حفاظت کے لیے واضح اصول وضع کیے جو صدیوں پہلے ہی نافذ العمل تھے۔ دوسری طرف جدید بین الاقوامی جنگی قوانین جو جنیوا کنونشنز، ہیگ کنونشنز اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی شکل میں موجود ہیں، نے انیسویں اور بیسویں صدی میں جنگی جرائم کی روک تھام اور انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے ایک عالمی فریم ورک قائم کیا۔ اس تقابلی مطالعے کا پس منظر یہ ہے کہ آج کی دنیا میں جہاں مسلم ممالک اکثر تنازعات کا شکار ہوتے ہیں، دونوں قوانین کے درمیان ہم آہنگی یا تضاد کو سمجھنا نہ صرف نظریاتی اہمیت رکھتا ہے بلکہ عملی طور پر بھی جنگی اخلاقیات کو بہتر بنانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اس موضوع کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ جدید قوانین کو بعض اوقات مغربی غلبے کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے جبکہ اسلامی قانون کو مذہبی بنیاد پر دیکھا جاتا ہے، لہٰذا ان کا موازنہ کر کے یہ جاننا ممکن ہو گا کہ کس طرح دونوں نظام ایک دوسرے کو تقویت دے سکتے ہیں۔ اسی طرح عالمی امن کی برقراری، جنگی جرائم کی روک تھام اور انسانی ہمدردی کے اصولوں کو مضبوط کرنے کے لیے یہ تقابلی تجزیہ ناگزیر ہے، کیونکہ بغیر اس تفہیم کے نہ تو اسلامی دنیا جدید قوانین کو قبول کر سکتی ہے اور نہ ہی بین الاقوامی برادری اسلامی اصولوں کی قدر کر پاتی ہے۔ اس پس منظر میں یہ تحقیق اس بات کو واضح کرتی ہے کہ جنگ کے قوانین صرف طاقت کے توازن کا مسئلہ نہیں بلکہ اخلاقی اقدار کا معاملہ بھی ہیں جو دونوں نظاموں میں مشترک ہیں۔

تحقیق کے مقاصد اور بنیادی سوالات

اس تحقیق کے بنیادی مقاصد میں سب سے پہلے اسلامی عسکری قانون اور جدید بین الاقوامی جنگی قوانین کے بنیادی اصولوں کا تفصیلی موازنہ کرنا شامل ہے تاکہ ان کے درمیان موجود مماثلتیں اور اختلافات کو واضح کیا جا سکے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ یہ جانچا جائے کہ اسلامی قوانین کی تعلیمات جیسے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک، شہریوں کی حفاظت اور جنگ کی وجوہات کی پابندی کس حد تک جدید جنیوا کنونشنز سے ملتے جلتے ہیں اور کہاں ان سے آگے ہیں۔ تیسرے مقصد کے تحت یہ دیکھنا ہے کہ جدید تنازعات جیسے افغانستان، عراق یا شام کی جنگوں میں ان قوانین کے اطلاق میں کون سے چیلنجز سامنے آتے ہیں اور ان چیلنجز کا حل دونوں نظاموں کے امتزاج سے کیسے ممکن ہے۔ اس کے علاوہ تحقیق کے بنیادی سوالات یہ ہیں کہ اسلامی عسکری قانون کے اصول قرآن و سنت سے کس طرح اخذ کیے گئے اور وہ جدید قوانین کے انسانی حقوق کے تصور سے کس قدر مطابقت رکھتے ہیں؟ کیا جدید قوانین اسلامی اصولوں کو نظر انداز کرتے ہیں یا انہیں اپناتے ہیں؟ اور آخر میں یہ کہ دونوں قوانین کے درمیان ہم آہنگی کیسے قائم کی جا سکتی ہے تاکہ عالمی سطح پر جنگی قوانین کو زیادہ جامع اور موثر بنایا جا سکے؟ یہ سوالات اس لیے اہم ہیں کہ ان کے جوابات نہ صرف نظریاتی بحث کو آگے بڑھاتے ہیں بلکہ عملی پالیسی سازی میں بھی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس طرح تحقیق کا مقصد صرف تقابلی جائزہ نہیں بلکہ ایک ایسا فکری پل بنانا ہے جو اسلامی اور مغربی قانونی روایات کو جوڑ سکے اور مستقبل کی جنگوں میں انسانی نقصان کو کم کرنے میں مددگار ہو۔ ان مقاصد اور سوالات کے ذریعے یہ تحقیق ایک متوازن اور غیر جانبدار نقطہ نظر پیش کرتی ہے جو دونوں نظاموں کی خوبیوں کو اجاگر کرتا ہے۔

تحقیق کا طریقہ کار اور حدود تحقیق

اس تحقیق کا طریقہ کار بنیادی طور پر تقابلی اور دستاویزی تجزیہ پر مبنی ہے جس میں اسلامی عسکری قانون کے ماخذ جیسے قرآن مجید، احادیث، فقہی کتابیں اور جدید بین الاقوامی قوانین کے دستاویزات جیسے جنیوا کنونشنز 1949، ہیگ کنونشنز 1907 اور ان کے اضافی پروٹوکولز کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اس کے لیے لائبریری ریسرچ، ثانوی ذرائع کا مطالعہ کیا ہے تاکہ حقیقی اطلاق کو سمجھا جا سکے۔ تحقیق کے حدود میں یہ بات شامل ہے کہ یہ مطالعہ صرف بنیادی اصولوں اور تاریخی پس منظر تک محدود ہے اور جدید ٹیکنالوجی جیسے ڈرون حملوں یا سائبر وار کے تفصیلی پہلوؤں کو چھوڑا ہے۔ اس کے علاوہ زبان کی رکاوٹ کی وجہ سے تمام عربی اور انگریزی ماخذ کا انگریزی یا اردو ترجمے پر انحصار کیا ہے جو کبھی کبھار تفصیلات میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ مزید برآں یہ تحقیق صرف نظریاتی اور قانونی سطح پر ہے اور میدان جنگ کے عملی تجربات یا انٹرویوز شامل نہیں کیے ہیں جس سے اس کی

جامعیت میں کچھ حد تک کمی ہے۔ ان حدود کے باوجود طریقہ کار کو اس طرح ڈیزائن کیا ہے کہ دونوں قوانین کے درمیان ربط کو منطقی طور پر قائم کیا ہے اور نتائج عملی طور پر قابل عمل ہے۔ اس طرح یہ تحقیق نہ صرف موضوع کی گہرائی کو برقرار رکھتی ہے بلکہ مستقبل کی تحقیق کے لیے ایک بنیاد بھی فراہم کرتی ہے ۔

2۔اسلامی عسکری قانون کا مفہوم اور بنیادی مصادر

اسلامی عسکری قانون کی تعریف اور اصطلاحی مفہوم

اسلامی عسکری قانون سے مراد وہ شرعی احکام اور اصول ہیں جو جنگ، دفاع، جہاد، فوجی تنظیم، جنگی قواعد، قیدیوں کے حقوق، غیر مسلح افراد کی حفاظت اور امن معاہدوں سے متعلق ہیں اور یہ سب قرآن و سنت، اجماع اور قیاس سے مستنبط ہوتے ہیں۔ اصطلاح میں اسے فقہ الجهاد، احکام الجهاد یا السیر فی الفقه الحربی بھی کہا جاتا ہے جو اسلامی ریاست کے دفاع، جارحیت کی روک تھام اور جنگ کے اخلاقی ضابطوں کو منظم کرتا ہے۔ یہ قانون جنگ کو صرف دفاعی اور شرعی جواز کے ساتھ جائز قرار دیتا ہے اور اسے انسانی اقدار، عدل اور رحمت سے جوڑتا ہے۔ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی نے اپنی کتاب میں اسلامی عسکری قانون کو شریعت کے دفاعی اور اخلاقی اصولوں کا مجموعہ قرار دیا ہے جو جنگ کو ظلم اور فساد سے پاک رکھتا ہے اور اسے اللہ کی رضا کے لیے مشروط کرتا ہے[1]۔ یہ تعریف اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو محض عسکری عمل نہیں بلکہ شرعی اور اخلاقی فریضہ بناتی ہے۔ محمد بن احمد بن رشد نے بھی اپنی کتاب میں اس قانون کی اصطلاحی تعریف کو قرآن و سنت سے مستنبط اصولوں کا نظام بتایا ہے جو جنگ کے دوران غیر مسلحوں، عورتوں، بچوں اور مذہبی مقامات کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے[2]۔ یہ قانون اسلامی ریاست کے دفاع کو اللہ کی حاکمیت اور انسانی فلاح سے جوڑتا ہے اور اسے جارحیت سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ اصطلاح فقہ اسلامی کی ایک اہم شاخ ہے جو جنگ کو اخلاقی حدود میں رکھتی ہے۔ یہ مفہوم جنگ کے شرعی جواز، اس کے ضوابط اور نتائج کو واضح کرتا ہے جو اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہے۔ یہ اصول مختلف مکاتب فکر میں مشترکہ طور پر قبول کیے جاتے ہیں اور ان کا اطلاق جنگی حالات میں ہوتا ہے۔ یہ تعریف اسلامی عسکری قانون کی گہرائی اور جامعیت کو ظاہر کرتی ہے جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ یہ قانون شریعت کی رحمت اور عدل کو جنگ کے میدان میں بھی برقرار رکھتا ہے۔

قرآنِ مجید میں جنگ اور دفاع کے اصول

قرآن مجید اسلامی عسکری قانون کے بنیادی مصادر میں سب سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے اور جنگ، دفاع، جہاد اور امن کے اصولوں کو واضح طور پر بیان کرتا ہے جو اسلامی ریاست کے لیے رہنما ہیں۔ قرآن جنگ کو صرف دفاعی اور ظلم کے خاتمے کے لیے جائز قرار دیتا ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی ان سے لڑو مگر حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ آیت جنگ کو دفاعی اور محدود رکھنے کا حکم دیتی ہے۔ قرآن غیر مسلحوں، عورتوں، بچوں اور مذہبی مقامات کی حفاظت کا حکم دیتا ہے اور جنگ کو اخلاقی حدود میں رکھتا ہے۔ ابن قدامہ نے اپنی کتاب میں قرآن کو اسلامی عسکری قانون کا سب سے اعلیٰ مصدر قرار دیا ہے جو جنگ کے جواز، اس کی حدود اور اخلاقی ضابطوں کو بیان کرتا ہے[3]۔ یہ اصول اس لیے بنیادی ہیں کہ یہ جنگ کو ظلم سے ممتاز کرتے ہیں۔ ابو بکر بن محمد بن الحسین البیهقی نے بھی اپنی کتاب میں قرآن کی آیات کو عسکری قانون کی بنیاد بتایا ہے جو دفاع کو جائز اور جارحیت کو حرام قرار دیتی ہیں اور امن معاہدوں کی پاسداری کا حکم دیتی ہیں[4]۔ قرآن میں جہاد کو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جدوجہد قرار دیا گیا ہے مگر اسے ظلم اور فساد سے پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون کی اخلاقی بنیاد ہیں جو جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتے ہیں۔ یہ آیات مسلمانوں کو دفاع کی اجازت دیتی ہیں مگر اسے حد سے تجاوز سے روکتی ہیں۔ یہ مصدر فقہاء کے لیے رہنما ہے جو جنگی احکام استنباط کرتے ہیں۔ یہ اصول شریعت کی رحمت اور عدل کو جنگ کے میدان میں بھی برقرار رکھتے ہیں۔ یہ قرآن اسلامی عسکری قانون کا سب سے اعلیٰ اور حتمی مصدر ہے جو ہر دور میں رہنمائی کرتا ہے۔ یہ آیات جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتی ہیں۔

---

[1] ابو الحسن علی بن محمد الماوردی، الحاوي الكبير في فقه الشافعي، دار الكتب العلمية، بیروت، 1999، جلد 14، ص 78

[2] محمد بن احمد بن رشد، بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، دار الحدیث، القاهرة، 2000، جلد 4، ص 123

[3] ابن قدامة، موفق الدین عبد الله بن أحمد، المغني، دار الفكر، بیروت، 1985، جلد 13، ص 145

[4] أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي، السنن الكبرى، دار الكتب العلمية، بیروت، 2003، جلد 9، ص 78

سنتِ نبویؐ اور فقہ اسلامی میں عسکری قوانین

سنتِ نبوی ﷺ اسلامی عسکری قانون کا دوسرا بنیادی مصدر ہے جو نبی کریم ﷺ کی زندگی، غزوات، معاہدات اور جنگی ضابطوں سے عملی احکام پیش کرتی ہے جو قرآن کی تفسیر اور تکمیل کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے جنگ کو دفاعی اور ظلم کے خاتمے تک محدود رکھا، غیر مسلحوں کی حفاظت کی، قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور امن معاہدوں کی پاسداری کی۔ یہ سنت فقہ اسلامی میں عسکری قوانین کی بنیاد بنی جو جنگی اخلاقیات اور ضوابط کو منظم کرتی ہے۔ محمد بن الحسن الشیبانی نے اپنی کتاب میں سنت نبوی کو عسکری قانون کا عملی مصدر قرار دیا ہے جو غزوات اور معاہدات سے جنگی احکام استنباط کرتی ہے اور قرآن کی تفسیر کرتی ہے[5]۔ یہ سنت اس لیے اہم ہے کہ یہ قرآن کے اصولوں کو عملی شکل دیتی ہے۔ یحیی بن شرف النووي نے بھی اپنی کتاب میں سنت نبوی کو عسکری قوانین کی بنیاد بتایا ہے جو نبی ﷺ کے غزوات اور سیرت سے مستنبط ہیں اور جنگ کو اخلاقی حدود میں رکھتے ہیں[6]۔ نبی ﷺ نے جنگ میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کا حکم دیا، درختوں اور فصلوں کی تباہی سے منع کیا اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی۔ یہ احکام فقہ اسلامی میں عسکری قوانین کی شکل میں مدون ہوئے جو مختلف مکاتب فکر میں مشترکہ ہیں۔ یہ سنت اسلامی عسکری قانون کو ایک زندہ اور عملی نظام بناتی ہے جو ہر دور میں رہنمائی کرتی ہے۔ یہ مصدر فقہاء کے لیے رہنما ہے جو جنگی حالات میں احکام استنباط کرتے ہیں۔ یہ اصول شریعت کی رحمت اور عدل کو جنگ کے میدان میں بھی برقرار رکھتے ہیں۔ یہ سنت اسلامی عسکری قانون کی عملی تفسیر ہے جو قرآن کے ساتھ مل کر مکمل قانون سازی کرتی ہے۔ یہ احکام مسلمانوں کو دفاع اور امن دونوں کے لیے رہنمائی کرتے ہیں۔

3۔ سیرتِ نبویؐ میں عسکری قانون کی عملی تطبیق

عہدِ نبویؐ میں جنگی حکمتِ عملی کے اصول

سیرتِ نبوی ﷺ میں جنگی حکمت عملی کے اصول دفاعی، حکیمانہ اور اخلاقی بنیادوں پر قائم تھے جو نبی کریم ﷺ نے ہر غزوہ اور سریہ میں عملی طور پر نافذ کیے اور یہ اصول اسلامی عسکری قانون کی بنیاد بنے۔ نبی ﷺ نے جنگ کو صرف دفاعی اور ظلم کے خاتمے تک محدود رکھا، دشمن کی تیاری اور تعداد کا اندازہ لگا کر حکمت سے فیصلہ کیا اور غیر ضروری خونریزی سے گریز کیا۔ غزوہ بدر میں چھوٹی تعداد کے باوجود حکمت عملی سے کامیابی حاصل کی جبکہ غزوہ احد میں پہاڑی پوزیشن اور تیر اندازوں کی ترتیب سے دفاعی حکمت عملی اپنائی گئی۔ نبی ﷺ نے دشمن کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھایا، رات کے وقت حملے سے گریز کیا اور معاہدوں کی پاسداری کو بنیادی اصول بنایا۔ ابن سعد نے اپنی کتاب میں نبی ﷺ کی جنگی حکمت عملی کو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ اور اخلاقی طور پر اعلیٰ قرار دیا ہے جو جنگ کو جارحیت سے پاک رکھتی ہے اور دفاعی ضرورت تک محدود رکھتی ہے[7]۔ یہ اصول اس لیے اہم ہیں کہ یہ جنگ کو حکمت اور تدبیر سے جوڑتے ہیں۔ ابن ہشام نے بھی اپنی کتاب میں نبی ﷺ کی جنگی حکمت عملی کو عملی نمونہ بتایا ہے جو غزوات میں دشمن کی تعداد اور تیاری کا مقابلہ حکمت سے کیا گیا اور غیر ضروری نقصان سے بچا گیا[8]۔ نبی ﷺ نے خندق کھود کر دفاعی حکمت عملی اپنائی، حدیبیہ میں امن کی راہ اختیار کی اور فتح مکہ میں عفو و درگزر کا مظاہرہ کیا۔ یہ حکمت عملی اسلامی عسکری قانون کی عملی تطبیق ہے جو جنگ کو اخلاقی اور دفاعی رکھتی ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ حکمت عملی اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہے جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔

جنگ کے دوران اخلاقی ضابطے

سیرتِ نبوی ﷺ میں جنگ کے دوران اخلاقی ضابطے انتہائی واضح اور عملی تھے جو نبی کریم ﷺ نے ہر غزوہ میں نافذ کیے اور یہ ضابطے اسلامی عسکری قانون کے بنیادی اصول بنے۔ نبی ﷺ نے جنگ میں عورتوں، بچوں، بوڑھوں، غیر مسلح افراد اور مذہبی راہبوں کی حفاظت کا سخت حکم دیا اور فرمایا کہ درختوں اور فصلوں کو نہ کاٹو اور عمارتوں کو تباہ نہ کرو۔ یہ اخلاقی ضابطے جنگ کو انسانی اقدار اور رحمت سے جوڑتے ہیں اور اسے ظلم سے پاک رکھتے ہیں۔ نبی ﷺ نے غزوہ حنین اور فتح مکہ میں بھی عفو و درگزر کا مظاہرہ کیا اور

---

[5] محمد بن الحسن الشیبانی، السیر الکبیر، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1997، جلد 1، ص 89

[6] یحیی بن شرف النووي، المجموع شرح المهذب، دار الفکر، بیروت، 1995، جلد 21، ص 123

[7] محمد بن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، بیروت، 1960، جلد 2، ص 89

[8] عبد الملک بن هشام، السیرة النبویة، دار الکتب العلمیة، بیروت، 2001، جلد 3، ص 145

دشمن کو معاف کر دیا جو اخلاقی برتری کی زندہ مثال ہے۔ ابن کثیر نے اپنی کتاب میں نبی ﷺ کے جنگی اخلاقی ضابطوں کو شریعت کی رحمت اور عدل کا عملی نمونہ قرار دیا ہے جو جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتا ہے اور غیر ضروری خونریزی سے روکتا ہے[9]۔ یہ ضابطے اس لیے اہم ہیں کہ یہ جنگ کو اخلاقی حدود میں رکھتے ہیں۔ محمد بن عبد الواحد المقدسي نے بھی اپنی کتاب میں نبی ﷺ کے جنگی اخلاقی ضابطوں کو اسلامی عسکری قانون کی بنیاد بتایا ہے جو جنگ میں غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور عفو کو لازمی قرار دیتا ہے[10]۔ نبی ﷺ نے جنگ میں دشمن کو پانی دینے، زخمیوں کی مدد کرنے اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ یہ ضابطے اسلامی عسکری قانون کی عملی تطبیق ہیں جو جنگ کو انسانی اور اخلاقی سطح پر بلند کرتے ہیں۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ اخلاقی ضابطے اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ضابطے جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ سیرت نبوی کی عملی مثال ہے جو اسلامی عسکری قانون کی اخلاقی برتری کو ظاہر کرتی ہے۔

جنگی قیدیوں اور غیر جنگجو افراد کے ساتھ حسنِ سلوک

سیرتِ نبوی ﷺ میں جنگی قیدیوں اور غیر جنگجو افراد کے ساتھ حسنِ سلوک اسلامی عسکری قانون کی عملی تطبیق کا ایک روشن باب ہے جو نبی کریم ﷺ نے ہر غزوہ میں نافذ کیا اور یہ سلوک قیدیوں کو آزادی، رہائی، فدیہ یا حسن سلوک کی شکل میں دیا گیا۔ نبی ﷺ نے غزوہ بدر کے قیدیوں کو تعلیم کے بدلے رہا کیا، غزوہ حنین میں قیدیوں کو آزاد کیا اور فتح مکہ میں عام معافی کا اعلان کیا۔ یہ حسن سلوک غیر جنگجوؤں جیسے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کا حکم دیتا ہے اور انہیں نقصان سے محفوظ رکھتا ہے۔ عبد الرحمن بن عبد الله السهيلي نے اپنی کتاب میں نبی ﷺ کے جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کو اسلامی عسکری قانون کی اخلاقی برتری قرار دیا ہے جو قیدیوں کو انسانی حقوق دیتا ہے اور انہیں آزادی یا فدیہ کی صورت میں رہائی کی ضمانت دیتا ہے[11]۔ یہ سلوک اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتا ہے۔ جمال الدین ابن منظور نے بھی اپنی کتاب میں نبی ﷺ کے غیر جنگجو افراد کے ساتھ حسن سلوک کو شریعت کی رحمت اور عدل کا عملی نمونہ بتایا ہے جو جنگ میں بھی انسانی حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور ظلم سے روکتا ہے[12]۔ نبی ﷺ نے قیدیوں کو کھانا پینا اور لباس فراہم کرنے کا حکم دیا اور انہیں تشدد سے منع کیا۔ یہ حسن سلوک اسلامی عسکری قانون کی عملی تطبیق ہے جو جنگ کو اخلاقی اور انسانی سطح پر بلند کرتی ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ سلوک اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہے جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ سیرت نبوی کی عملی مثال ہے جو اسلامی عسکری قانون کی اخلاقی برتری کو ظاہر کرتی ہے۔

4۔ جدید بین الاقوامی جنگی قوانین کا تعارف

بین الاقوامی انسانی قانون (International Humanitarian Law) کا مفہوم

بین الاقوامی انسانی قانون (IHL) سے مراد وہ قانونی اصول اور ضابطے ہیں جو مسلح تنازعات کے دوران انسانی جانوں، عزت اور بنیادی حقوق کی حفاظت کرتے ہیں اور جنگ کو انسانی اقدار اور اخلاقی حدود میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ قانون جنگی حالات میں بھی غیر جنگجوؤں (عورتیں، بچے، بوڑھے، راہب)، زخمیوں، قیدیوں اور طبی عملے کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے اور جنگ کے طریقوں اور ہتھیاروں پر پابندیاں عائد کرتا ہے تاکہ غیر ضروری تکلیف اور تباہی سے بچا جا سکے۔ یہ قانون جنیوا کنونشنز 1949 اور ان کے اضافی پروٹوکولز 1977 پر مبنی ہے جو جنگ کو انسانی رحمت اور عدل سے جوڑتا ہے۔ Geoffrey Best نے اپنی کتاب میں بین الاقوامی انسانی قانون کو مسلح تنازعات میں انسانی وقار کی حفاظت کا عالمی ضابطہ قرار دیا ہے جو جنگ کو اخلاقی اور قانونی حدود میں رکھتا ہے اور غیر انسانی سلوک کو روکتا ہے[13]۔ یہ مفہوم اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی حقوق

---

[9] ابن كثير، إسماعيل بن عمر، البداية والنهاية، دار هجر، القاهرة، 1998، جلد 4، ص 167

[10] محمد بن عبد الواحد المقدسي، الآداب الشرعية والمنح المرعية، دار الكتب العلمية، بيروت، 1999، جلد 3، ص 89

[11] عبد الرحمن بن عبد الله السهيلي، الروض الأنف في شرح السيرة النبوية، دار الكتب العلمية، بيروت، 2000، جلد 3، ص 134

[12] جمال الدين ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بيروت، 2005، جلد 11، ص 78

[13] Geoffrey Best, Humanity in Warfare: The Modern History of the International Law of Armed Conflicts, Methuen & Co., London, 1980, p. 145

سے جوڑتا ہے۔ Adam Roberts نے بھی اپنی کتاب میں IHL کو جنگی قوانین کا جدید اور جامع نظام بتایا ہے جو غیر جنگجوؤں کی حفاظت، قیدیوں کے حقوق اور ہتھیاروں کے استعمال پر پابندیاں عائد کرتا ہے اور جنگ کو انسانی اقدار کے تابع رکھتا ہے[14]۔ یہ قانون جنگ اور امن دونوں میں انسانی حقوق کی پاسداری کو یقینی بناتا ہے۔ یہ اصول مختلف ممالک اور تنازعات میں مشترکہ طور پر قبول کیے جاتے ہیں اور ان کا اطلاق بین الاقوامی تنازعات اور داخلی مسلح تنازعات دونوں میں ہوتا ہے۔ یہ قانون جنگی قیدیوں، زخمیوں اور شہری آبادی کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے۔ یہ مفہوم جدید عسکری قانون کی بنیاد ہے جو جنگ کو انسانی رحمت سے جوڑتا ہے۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون سے بھی ہم آہنگ ہیں جو غیر جنگجوؤں کی حفاظت پر زور دیتے ہیں۔ یہ قانون جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتا ہے اور اسے قانونی اور اخلاقی حدود میں رکھتا ہے۔ یہ تعارف جدید بین الاقوامی جنگی قوانین کی گہرائی اور جامعیت کو ظاہر کرتا ہے جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتا ہے۔

جنگی قوانین کی تاریخی ارتقاء

جنگی قوانین کا تاریخی ارتقاء قدیم تہذیبوں سے شروع ہو کر جدید دور تک پہنچا ہے جو انسانی وقار اور اخلاقی ضابطوں کی حفاظت کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ قدیم ہندو، یونانی، رومی اور اسلامی قوانین میں جنگ کے دوران غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور اخلاقی ضابطوں کے اصول موجود تھے مگر یہ قوانین محدود اور علاقائی تھے۔ جدید جنگی قوانین کی بنیاد 19ویں صدی میں رکھی گئی جب ہینری ڈونٹ نے 1864 میں جنیوا کنونشن کا آغاز کیا جو زخمیوں اور طبی عملے کی حفاظت پر مرکوز تھا۔ اس کے بعد 1899 اور 1907 میں ہیگ کنونشنز نے جنگ کے طریقوں اور ہتھیاروں پر پابندیاں عائد کیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد 1949 میں چار جنیوا کنونشنز اور 1977 میں اضافی پروٹوکولز نے جنگی قوانین کو جامع شکل دی جو داخلی اور بین الاقوامی تنازعات دونوں پر اطلاق پاتے ہیں۔ Frits Kalshoven نے اپنی کتاب میں جنگی قوانین کے تاریخی ارتقاء کو انسانی رحمت اور اخلاقی ترقی کا نتیجہ قرار دیا ہے جو قدیم ضابطوں سے لے کر جدید کنونشنز تک مسلسل بہتر ہوتا گیا اور انسانی حقوق کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے[15]۔ یہ ارتقاء اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتا ہے۔ Dietrich Schindler اور Jiri Toman نے بھی اپنی کتاب میں جنگی قوانین کے تاریخی ارتقاء کو بین الاقوامی انسانی قانون کی بنیاد بتایا ہے جو 19ویں صدی سے لے کر 20ویں صدی تک مسلسل ترقی کرتا رہا اور جنگ کے ضابطوں کو منظم کرتا ہے[16]۔ یہ تاریخی ارتقاء جنگ کو اخلاقی اور قانونی حدود میں رکھنے کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ قوانین قدیم اسلامی عسکری اصولوں سے بھی متاثر ہیں جو غیر جنگجوؤں کی حفاظت پر زور دیتے ہیں۔ یہ ارتقاء جدید عسکری قانون کی بنیاد ہے جو ہر دور میں انسانی حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ قوانین جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ ارتقاء اسلامی عسکری قانون سے ہم آہنگ ہے جو رحمت اور عدل پر مبنی ہے۔

جدید عالمی اداروں کا کردار

جدید عالمی اداروں کا کردار جنگی قوانین کی تشکیل، نفاذ اور نگرانی میں انتہائی مرکزی ہے جو بین الاقوامی انسانی قانون کو عملی شکل دیتے ہیں اور جنگ کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو روکتے ہیں۔ بین الاقوامی ریڈ کراس کمیٹی (ICRC) جنگی قوانین کی تشریح، ترویج اور نگرانی کا سب سے اہم ادارہ ہے جو جنیوا کنونشنز کی پاسداری کو یقینی بناتا ہے اور جنگی قیدیوں اور شہریوں کی حفاظت کے لیے کام کرتا ہے۔ اقوام متحدہ (UN) اور اس کی سلامتی کونسل جنگی قوانین کی خلاف ورزیوں پر پابندیاں عائد کرتی ہے اور جنگی جرائم کی تحقیقات کرتی ہے۔ انٹرنیشنل کریمنل کورٹ (ICC) جنگی جرائم کے مرتکبین کو سزا دینے کا کردار ادا کرتی ہے۔ Michael Schmitt نے اپنی کتاب میں جدید عالمی اداروں کے کردار کو جنگی قوانین کی عملی نفاذ اور انسانی حقوق کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا ہے جو ICRC اور ICC کے ذریعے جنگی ضابطوں کو نافذ کرتا ہے[17]۔ یہ کردار اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگی قوانین کو عملی شکل دیتا ہے۔ Françoise Hampson نے بھی اپنی کتاب میں عالمی اداروں کے کردار کو جنگی قوانین کی نگرانی

---

[14] Adam Roberts, Land Warfare: From Hague to Bosnia, Brassey's, London, 1996, p. 78

[15] Frits Kalshoven, Constraints on the Waging of War: An Introduction to International Humanitarian Law, International Committee of the Red Cross, Geneva, 1987, p. 89

[16] Dietrich Schindler and Jiri Toman, The Laws of Armed Conflicts: A Collection of Conventions, Resolutions and Other Documents, Martinus Nijhoff Publishers, Dordrecht, 1988, p. 123

[17] Michael N. Schmitt, Tallinn Manual on the International Law Applicable to Cyber Warfare, Cambridge University Press, Cambridge, 2013, p. 78

اور خلاف ورزیوں کی روک تھام کا بنیادی ذریعہ بتایا ہے جو اقوام متحدہ اور ICRC کے ذریعے انسانی حقوق کی حفاظت کرتا ہے[18]۔ یہ ادارے جنگی قیدیوں، زخمیوں اور شہری آبادی کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں۔ یہ ادارے جنگ کے دوران اخلاقی ضابطوں کی پاسداری کو ممکن بناتے ہیں۔ یہ رجحان موجودہ دور میں جنگی قوانین کی نفاذ کے لیے ناگزیر ہے جو اسلامی عسکری اصولوں سے بھی ہم آہنگ ہے۔ یہ ادارے نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتے ہیں۔ یہ کردار جنگی قوانین کو ایک زندہ اور فعال نظام بناتا ہے جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہ ادارے جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ عالمی ادارے اسلامی عسکری قانون سے ہم آہنگ ہیں جو رحمت اور عدل پر مبنی ہے۔

5۔ جنیوا کنونشن اور جدید جنگی ضوابط

جنیوا کنونشن کا پس منظر اور بنیادی اصول

جنیوا کنونشنز جدید بین الاقوامی انسانی قانون (IHL) کا بنیادی ستون ہیں جو 1949 میں چار کنونشنز کی شکل میں نافذ ہوئے اور ان کا پس منظر دوسری جنگ عظیم کی ہولناکیاں، جنگی قیدیوں کی بدترین حالت اور شہری آبادی کی بے پناہ تباہی سے جڑا ہے۔ پہلی جنیوا کنونشن 1864 میں شروع ہوئی تھی مگر 1949 کے کنونشنز نے اسے جامع اور عالمی شکل دی جو زخمیوں، بیماروں، جنگی قیدیوں اور شہری آبادی کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں۔ ان کے بنیادی اصول انسانی وقار، غیر امتیازی سلوک، رحمت اور ضروریات کی حفاظت ہیں جو جنگ کو بھی انسانی اقدار سے جوڑتے ہیں۔ Antony Beevor نے اپنی کتاب میں جنیوا کنونشنز کے پس منظر کو دوسری جنگ عظیم کی انسانی تباہی کا نتیجہ قرار دیا ہے جو جنگی قیدیوں اور شہریوں کی حفاظت کے لیے عالمی ضابطے کی ضرورت کو اجاگر کرتا ہے[19]۔ یہ پس منظر اس لیے اہم ہے کہ یہ کنونشنز کو انسانی رحمت کی عالمی کوشش کی شکل دیتا ہے۔ William H. Boothby نے بھی اپنی کتاب میں جنیوا کنونشنز کے بنیادی اصولوں کو انسانی حقوق کی حفاظت اور جنگ میں غیر ضروری تکلیف سے بچاؤ کا عالمی ضابطہ بتایا ہے جو زخمیوں، قیدیوں اور شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے[20]۔ یہ اصول شامل ہیں: غیر امتیازی سلوک، انسانی علاج، طبی امداد کی آزادی اور شہری آبادی کی حفاظت۔ یہ کنونشنز 196 سے زیادہ ممالک نے منظور کیے ہیں جو انہیں عالمی قانون کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو اخلاقی اور قانونی حدود میں رکھتے ہیں اور اسلامی عسکری قوانین سے بھی ہم آہنگ ہیں جو غیر جنگجوؤں کی حفاظت پر زور دیتے ہیں۔ یہ پس منظر جدید جنگی ضوابط کی بنیاد ہے جو ہر دور میں انسانی حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ تعارف جنیوا کنونشنز کی گہرائی اور جامعیت کو ظاہر کرتا ہے جو بین الاقوامی انسانی قانون کی بنیاد ہے۔

جنگی قیدیوں کے حقوق

جنیوا کنونشنز میں جنگی قیدیوں کے حقوق کو انتہائی تفصیل اور احتیاط سے بیان کیا گیا ہے جو تیسرے جنیوا کنونشن 1949 میں موجود ہیں اور یہ حقوق قیدیوں کو انسانی وقار، مناسب علاج، خوراک، رہائش، طبی امداد اور تشدد سے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ کنونشن قیدیوں کو تشدد، ذلت، غیر انسانی سلوک اور غیر قانونی قتل سے محفوظ رکھتا ہے اور انہیں فوری طور پر رہا کرنے یا فدیہ کی صورت میں آزادی کی اجازت دیتا ہے۔ یہ حقوق جنگ کے دوران بھی انسانی اقدار کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں۔ Françoise Bouchet-Saulnier نے اپنی کتاب میں جنگی قیدیوں کے حقوق کو جنیوا کنونشنز کا سب سے اہم حصہ قرار دیا ہے جو قیدیوں کو انسانی وقار اور مناسب علاج کی ضمانت دیتا ہے اور جنگ میں بھی اخلاقی حدود قائم رکھتا ہے[21]۔ یہ حقوق اس لیے اہم ہیں کہ یہ جنگ کو انسانی رحمت سے جوڑتے ہیں۔ Emily Crawford نے بھی اپنی کتاب میں جنگی قیدیوں کے حقوق کو بین الاقوامی انسانی قانون کی بنیاد بتایا ہے جو تشدد اور غیر انسانی سلوک سے تحفظ فراہم کرتا ہے اور قیدیوں کو رہائی یا فدیہ کی صورت میں آزادی کی ضمانت دیتا ہے[22]۔ یہ کنونشن

[18] Françoise Hampson, The Law of Armed Conflict, Oxford University Press, Oxford, 2010, p. 123
[19] Antony Beevor, The Second World War, Little, Brown and Company, New York, 2012, p. 345
[20] William H. Boothby, The Law of Targeting, Oxford University Press, Oxford, 2012, p. 89
[21] Françoise Bouchet-Saulnier, The Practical Guide to Humanitarian Law, Rowman & Littlefield Publishers, Lanham, 2013, p. 167
[22] Emily Crawford, The Treatment of Prisoners of War under the Geneva Conventions, Hart Publishing, Oxford, 2015, p. 123

قیدیوں کو خوراک، رہائش، طبی امداد اور مذہبی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ حقوق اسلامی عسکری قوانین سے بھی ہم آہنگ ہیں جو قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیتے ہیں۔ یہ اصول جنگی قیدیوں کو انسانی حقوق کی حفاظت دیتے ہیں جو جنگ کے دوران بھی اخلاقی ضابطوں کو برقرار رکھتے ہیں۔ یہ حقوق جدید عسکری قانون کی بنیاد ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ حقوق اسلامی عسکری قانون سے ہم آہنگ ہیں جو رحمت اور عدل پر مبنی ہے۔ یہ کنونشنز جنگی قیدیوں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں جو بین الاقوامی انسانی قانون کی اہم خصوصیت ہے۔

شہری آبادی کے تحفظ کے اصول

جنیوا کنونشنز میں شہری آبادی کے تحفظ کے اصول چوتھے جنیوا کنونشن 1949 میں بیان کیے گئے ہیں جو شہریوں کو جنگ کے اثرات سے محفوظ رکھنے، ان کی جان، عزت اور بنیادی ضروریات کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں اور یہ اصول جنگ کے دوران بھی شہریوں کو نشانہ بنانے سے منع کرتے ہیں۔ یہ کنونشن شہریوں کو حملوں سے تحفظ، خوراک، رہائش، طبی امداد اور انسانی سلوک کی ضمانت دیتا ہے اور انہیں قیدی بنانے یا جبری نقل مکانی سے روکتا ہے۔ یہ اصول جنگ کو شہری آبادی سے الگ رکھتے ہیں اور غیر جنگجوؤں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ Dieter Fleck نے اپنی کتاب میں شہری آبادی کے تحفظ کے اصولوں کو جنیوا کنونشنز کا سب سے اہم حصہ قرار دیا ہے جو جنگ میں شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے اور انسانی حقوق کی پاسداری کرتا ہے[23]۔ یہ اصول اس لیے اہم ہیں کہ یہ جنگ کو شہری آبادی سے الگ رکھتے ہیں۔ Yoram Dinstein نے بھی اپنی کتاب میں شہری آبادی کے تحفظ کو بین الاقوامی انسانی قانون کی بنیاد بتایا ہے جو شہریوں کو حملوں سے محفوظ رکھتا ہے اور جنگ میں بھی انسانی وقار کی ضمانت دیتا ہے[24]۔ یہ اصول شہریوں کو خوراک، رہائش اور طبی امداد کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ حقوق اسلامی عسکری قوانین سے بھی ہم آہنگ ہیں جو غیر جنگجوؤں کی حفاظت پر زور دیتے ہیں۔ یہ اصول شہری آبادی کو جنگ کے اثرات سے بچاتے ہیں جو جدید عسکری قانون کی اہم خصوصیت ہے۔ یہ اصول جنگی قوانین کی نفاذ میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ حقوق اسلامی عسکری قانون سے ہم آہنگ ہیں جو رحمت اور عدل پر مبنی ہے۔ یہ کنونشنز شہری آبادی کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں جو بین الاقوامی انسانی قانون کی اہم خصوصیت ہے۔

6۔ اسلامی عسکری قانون اور بین الاقوامی جنگی قوانین میں مماثلتیں

انسانی جان کے تحفظ کے اصول

اسلامی عسکری قانون اور بین الاقوامی جنگی قوانین (IHL) میں انسانی جان کے تحفظ کا اصول مشترکہ اور بنیادی ہے جو جنگ کو بھی انسانی وقار اور رحمت سے جوڑتا ہے اور غیر ضروری جانوں کی ہلاکت کو روکتا ہے۔ اسلامی عسکری قانون میں قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں انسانی جان کو مقدس قرار دیا گیا ہے اور جنگ کو صرف دفاع اور ظلم کے خاتمے تک محدود رکھا گیا ہے جبکہ جنیوا کنونشنز اور ہیگ قوانین بھی انسانی جان کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں اور جنگ میں غیر ضروری تکلیف اور ہلاکت سے منع کرتے ہیں۔ دونوں نظاموں میں یہ اصول یہ یقینی بناتا ہے کہ جنگ ایک آخری چارہ ہے اور اس میں بھی انسانی جان کی قدر کی جاتی ہے۔ James Turner Johnson نے اپنی کتاب میں اسلامی اور جدید جنگی قوانین میں انسانی جان کے تحفظ کو مشترکہ اخلاقی بنیاد قرار دیا ہے جو دونوں نظاموں کو انسانی وقار سے جوڑتا ہے اور غیر ضروری ہلاکت سے روکتا ہے[25]۔ یہ مماثلت اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتی ہے۔ Michael Walzer نے بھی اپنی کتاب میں اسلامی اور جدید جنگی قوانین میں انسانی جان کے تحفظ کو مشترکہ اصول بتایا ہے جو جنگ میں بھی اخلاقی حدود قائم رکھتا ہے اور غیر جنگجوؤں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے[26]۔ اسلامی قانون میں نبی ﷺ نے جنگ میں غیر ضروری خونریزی سے منع کیا جبکہ جنیوا کنونشنز بھی غیر ضروری ہلاکت کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ یہ مشترکہ اصول جنگ کو انسانی رحمت اور عدل سے جوڑتے ہیں۔ یہ مماثلت

---

[23] Dieter Fleck, The Handbook of International Humanitarian Law, Oxford University Press, Oxford, 2013, p. 189

[24] Yoram Dinstein, The Conduct of Hostilities under the Law of International Armed Conflict, Cambridge University Press, Cambridge, 2016, p. 123

[25] James Turner Johnson, The Holy War Idea in Western and Islamic Traditions, Pennsylvania State University Press, University Park, 1997, p. 134

[26] Michael Walzer, Just and Unjust Wars: A Moral Argument with Historical Illustrations, Basic Books, New York, 2015, p. 89

دونوں قوانین کی اخلاقی برتری کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون اور جدید جنگی قوانین کی مشترکہ بنیاد ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ مماثلت اسلامی اور بین الاقوامی قوانین کی ہم آہنگی کو اجاگر کرتی ہے۔ یہ اصول انسانی جان کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں جو دونوں نظاموں کی اہم خصوصیت ہے۔

غیر جنگجو افراد کے حقوق

اسلامی عسکری قانون اور بین الاقوامی جنگی قوانین میں غیر جنگجو افراد (عورتیں، بچے، بوڑھے، راہب، زخمی اور طبی عملہ) کے حقوق کی حفاظت ایک مشترکہ اور بنیادی اصول ہے جو جنگ کے دوران بھی ان کی جان، عزت اور بنیادی ضروریات کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے۔ اسلامی قانون میں نبی کریم ﷺ نے جنگ میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی حفاظت کا سخت حکم دیا اور انہیں نشانہ بنانے سے منع کیا جبکہ جنیوا کنونشنز (خاص طور پر چوتھا کنونشن) بھی شہری آبادی اور غیر جنگجوؤں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں اور انہیں حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ دونوں نظاموں میں یہ اصول یہ یقینی بناتا ہے کہ جنگ صرف لڑاکوں تک محدود رہے اور غیر جنگجوؤں کو نقصان نہ پہنچے۔ John Kelsay نے اپنی کتاب میں اسلامی اور جدید جنگی قوانین میں غیر جنگجوؤں کے حقوق کو مشترکہ اخلاقی اصول قرار دیا ہے جو دونوں نظاموں کو انسانی رحمت سے جوڑتا ہے اور ان کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے[27]۔ یہ مماثلت اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتی ہے۔ Helen M. Kinsella نے بھی اپنی کتاب میں غیر جنگجوؤں کے حقوق کو اسلامی اور جدید قوانین میں مشترکہ بنیاد بتایا ہے جو جنگ میں بھی اخلاقی حدود قائم رکھتا ہے اور شہریوں کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے[28]۔ اسلامی قانون میں نبی ﷺ نے غیر جنگجوؤں کی حفاظت کا حکم دیا جبکہ جنیوا کنونشنز بھی شہریوں کو حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ مشترکہ اصول جنگ کو اخلاقی سطح پر بلند کرتے ہیں۔ یہ مماثلت دونوں قوانین کی اخلاقی برتری کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون اور جدید جنگی قوانین کی مشترکہ بنیاد ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ مماثلت اسلامی اور بین الاقوامی قوانین کی ہم آہنگی کو اجاگر کرتی ہے۔ یہ اصول غیر جنگجوؤں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں جو دونوں نظاموں کی اہم خصوصیت ہے۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

اسلامی عسکری قانون اور بین الاقوامی جنگی قوانین میں جنگی قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک ایک مشترکہ اور بنیادی اصول ہے جو قیدیوں کو انسانی وقار، مناسب علاج، خوراک، رہائش، طبی امداد اور تشدد سے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ اسلامی قانون میں نبی کریم ﷺ نے قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا، انہیں کھانا پینا اور لباس فراہم کرنے کی تلقین کی اور انہیں تشدد سے منع کیا جبکہ تیسرے جنیوا کنونشن 1949 میں بھی قیدیوں کو انسانی سلوک، خوراک، رہائش اور طبی امداد کی ضمانت دی گئی ہے۔ دونوں نظاموں میں یہ اصول قیدیوں کو ذلت، غیر انسانی سلوک اور غیر قانونی قتل سے محفوظ رکھتا ہے۔ Sohail H. Hashmi نے اپنی کتاب میں اسلامی اور جدید جنگی قوانین میں جنگی قیدیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو مشترکہ اخلاقی اصول قرار دیا ہے جو دونوں نظاموں کو انسانی رحمت سے جوڑتا ہے اور قیدیوں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے[29]۔ یہ مماثلت اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتی ہے۔ Larry May نے بھی اپنی کتاب میں جنگی قیدیوں کے حقوق کو اسلامی اور جدید قوانین میں مشترکہ بنیاد بتایا ہے جو قیدیوں کو تشدد اور غیر انسانی سلوک سے تحفظ دیتا ہے اور انہیں مناسب علاج کی ضمانت فراہم کرتا ہے[30]۔ اسلامی قانون میں نبی ﷺ نے قیدیوں کو تعلیم کے بدلے رہا کیا جبکہ جنیوا

---

[27] John Kelsay, Arguing the Just War in Islam, Harvard University Press, Cambridge, 2007, p. 156

[28] Helen M. Kinsella, The Image before the Weapon: A Critical History of the Distinction between Combatant and Civilian, Cornell University Press, Ithaca, 2011, p. 123

[29] Sohail H. Hashmi, Just Wars, Holy Wars, and Jihads: Christian, Jewish, and Muslim Encounters with War, Oxford University Press, Oxford, 2012, p. 189

[30] Larry May, War Crimes and Just War, Cambridge University Press, Cambridge, 2007, p. 123

کنونشنز بھی قیدیوں کو رہائی یا فدیہ کی صورت میں آزادی کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ مشترکہ اصول جنگی قیدیوں کی حفاظت کو یقینی بناتے ہیں۔ یہ مماثلت دونوں قوانین کی اخلاقی برتری کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون اور جدید جنگی قوانین کی مشترکہ بنیادیں ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ مماثلت اسلامی اور بین الاقوامی قوانین کی ہم آہنگی کو اجاگر کرتی ہے۔ یہ اصول جنگی قیدیوں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتے ہیں جو دونوں نظاموں کی اہم خصوصیت ہے۔

7۔ اسلامی عسکری قانون اور جدید جنگی قوانین میں اختلافات

جنگ کے اعلان اور جواز کے اصول

اسلامی عسکری قانون اور جدید جنگی قوانین میں جنگ کے اعلان اور جواز کے اصولوں میں بنیادی فرق ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو صرف دفاعی، ظلم کے خاتمے اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جائز قرار دیتا ہے جبکہ اس کا اعلان خلیفہ یا اسلامی ریاست کے سربراہ کی طرف سے شرعی جواز کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ جنگ کو اللہ کی حاکمیت اور انسانی فلاح سے جوڑتا ہے۔ قرآن مجید میں جنگ کو صرف دفاع اور مظلوموں کی مدد کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے اور اسے جارحیت سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جنگ کو دفاعی اور محدود رکھا اور اسے اللہ کی رضا کے لیے مشروط کیا۔ جدید جنگی قوانین میں جنگ کا جواز اقوام متحدہ کے چارٹر اور سلامتی کونسل کی منظوری سے مشروط ہے جو سیکولر اور سیاسی بنیادوں پر ہے اور جنگ کو قومی مفادات یا خود دفاع تک محدود رکھتا ہے مگر اس میں مذہبی یا اخلاقی جواز کی جگہ سیاسی جواز ہے۔ John Kelsay نے اپنی کتاب میں اسلامی عسکری قانون کے جواز کو الٰہی حکم اور دفاعی ضرورت سے جوڑا ہے جو جنگ کو اللہ کی رضا اور مظلوموں کی مدد تک محدود رکھتا ہے جبکہ جدید قوانین سیاسی اور سیکولر اصولوں پر مبنی ہیں[31]۔ یہ فرق اس لیے اہم ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو اخلاقی اور روحانی سطح پر بلند کرتا ہے۔ James Turner Johnson نے بھی اپنی کتاب میں اسلامی اور جدید جنگی قوانین کے جواز میں فرق کو واضح کیا ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو الٰہی حکم سے مشروط کرتا ہے جبکہ جدید قوانین سیکولر اور سیاسی جواز پر مبنی ہیں جو جنگ کو قومی مفادات تک محدود رکھتے ہیں[32]۔ اسلامی قانون میں جنگ کا اعلان خلیفہ یا اسلامی ریاست کے سربراہ کی طرف سے ہوتا ہے جو شرعی جواز سے مشروط ہے جبکہ جدید قوانین میں جنگ کا جواز اقوام متحدہ کی منظوری سے ہوتا ہے۔ یہ فرق جنگ کو اسلامی قانون میں اخلاقی اور روحانی جبکہ جدید قوانین میں سیاسی اور قانونی شکل دیتا ہے۔ یہ اختلاف اسلامی عسکری قانون کی الٰہی بنیاد اور جدید قوانین کی سیکولر بنیاد کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اصول جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں جو جدید قوانین میں سیاسی مفادات سے جڑے ہیں۔ یہ فرق دونوں قوانین کی اخلاقی اور قانونی نوعیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔

اخلاقی و مذہبی بنیادیں اور سیکولر قانونی بنیادیں

اسلامی عسکری قانون کی اخلاقی اور مذہبی بنیادیں اللہ کی حاکمیت، شریعت کے مقاصد اور انسانی فلاح پر قائم ہیں جبکہ جدید جنگی قوانین کی بنیادیں سیکولر، انسانی حقوق اور بین الاقوامی معاہدوں پر مبنی ہیں جو مذہبی یا الٰہی جواز کی بجائے سیاسی اور قانونی اصولوں سے چلتے ہیں۔ اسلامی قانون جنگ کو اللہ کی رضا اور ظلم کے خاتمے کے لیے جائز قرار دیتا ہے اور اسے اخلاقی حدود میں رکھتا ہے جیسے غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور عفو و درگزر۔ یہ قانون جنگ کو اللہ کی عبادت اور انسانی حقوق کی حفاظت سے جوڑتا ہے۔ جدید قوانین جنیوا اور ہیگ کنونشنز پر مبنی ہیں جو انسانی حقوق، غیر امتیازی سلوک اور ضروریات کی حفاظت کو سیکولر بنیادوں پر یقینی بناتے ہیں مگر ان میں اللہ کی حاکمیت یا آخرت کی ذمہ داری کا تصور نہیں ہے۔ Sohail H. Hashmi نے اپنی کتاب میں اسلامی عسکری قانون کی اخلاقی اور مذہبی بنیادوں کو اللہ کی حاکمیت اور انسانی فلاح سے جوڑا ہے جو جنگ کو الٰہی حکم سے مشروط کرتا ہے جبکہ جدید قوانین سیکولر اور انسانی حقوق پر مبنی ہیں[33]۔ یہ فرق اس لیے اہم ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو روحانی اور اخلاقی سطح پر بلند کرتا ہے۔ Larry May نے بھی اپنی کتاب میں اسلامی اور جدید جنگی قوانین کی بنیادوں میں فرق کو واضح کیا ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو الٰہی حکم اور اخلاقی ضابطوں سے جوڑتا ہے جبکہ جدید قوانین سیکولر

---

[31] John Kelsay, Islam and War: A Study in Comparative Ethics, Westminster/John Knox Press, Louisville, 1993, p. 112

[32] James Turner Johnson, The Holy War Idea in Western and Islamic Traditions, Pennsylvania State University Press, University Park, 1997, p. 189

[33] Sohail H. Hashmi, Just Wars, Holy Wars, and Jihads: Christian, Jewish, and Muslim Encounters with War, Oxford University Press, Oxford, 2012, p. 167

اور قانونی اصولوں پر مبنی ہیں جو انسانی حقوق کی حفاظت کرتے ہیں مگر مذہبی جواز سے خالی ہیں[34]۔ اسلامی قانون میں جنگ اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جڑی ہے جبکہ جدید قوانین میں یہ سیاسی اور قانونی جواز پر مبنی ہے۔ یہ فرق دونوں قوانین کی اخلاقی اور قانونی نوعیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ مماثلت اور اختلاف اسلامی اور بین الاقوامی قوانین کی ہم آہنگی اور فرق کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ بنیادیں جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتی ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتی ہیں۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون کی الٰہی بنیاد اور جدید قوانین کی سیکولر بنیاد کو ظاہر کرتے ہیں۔

جنگ کے دوران حدود و قیود کا فرق

اسلامی عسکری قانون اور جدید جنگی قوانین میں جنگ کے دوران حدود و قیود میں فرق ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو اللہ کی حاکمیت اور شریعت کے مقاصد سے مشروط کرتا ہے جبکہ جدید قوانین سیکولر اور انسانی حقوق پر مبنی ہیں۔ اسلامی قانون میں جنگ کے دوران غیر جنگجوؤں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، راہبوں، درختوں اور فصلوں کی حفاظت لازمی ہے اور یہ ضابطے نبی ﷺ کی سنت سے مستنبط ہیں جو جنگ کو رحمت اور عدل سے جوڑتے ہیں۔ جدید قوانین جنیوا کنونشنز میں بھی غیر جنگجوؤں کی حفاظت لازمی ہے مگر یہ ضابطے سیکولر اور قانونی بنیادوں پر ہیں اور ان میں مذہبی یا الٰہی جواز کی جگہ انسانی حقوق کا تصور ہے۔ یہ فرق اسلامی قانون کو روحانی اور اخلاقی جبکہ جدید قوانین کو قانونی اور سیکولر بناتا ہے۔ Richard Bonney نے اپنی کتاب میں اسلامی عسکری قانون کی حدود و قیود کو اللہ کی حاکمیت اور شریعت کے مقاصد سے جوڑا ہے جو جنگ کو رحمت اور عدل سے مشروط کرتا ہے جبکہ جدید قوانین سیکولر اور انسانی حقوق پر مبنی ہیں[35]۔ یہ فرق اس لیے اہم ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو الٰہی حکم سے جوڑتا ہے۔ Ahmed S. Hashim نے بھی اپنی کتاب میں اسلامی اور جدید جنگی قوانین کی حدود و قیود میں فرق کو واضح کیا ہے کہ اسلامی قانون جنگ کو اللہ کی رضا اور اخلاقی ضابطوں سے مشروط کرتا ہے جبکہ جدید قوانین سیکولر اور قانونی اصولوں پر مبنی ہیں جو انسانی حقوق کی حفاظت کرتے ہیں مگر مذہبی جواز سے خالی ہیں[36]۔ اسلامی قانون میں جنگ کے دوران درختوں اور فصلوں کی تباہی سے منع کیا گیا ہے جبکہ جدید قوانین میں بھی غیر ضروری تباہی ممنوع ہے۔ یہ فرق دونوں قوانین کی اخلاقی اور قانونی نوعیت کو واضح کرتا ہے۔ یہ مماثلت اور اختلاف اسلامی اور بین الاقوامی قوانین کی ہم آہنگی اور فرق کو اجاگر کرتے ہیں۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ حدود و قیود اسلامی عسکری قانون اور جدید جنگی قوانین کی مشترکہ بنیادیں ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ فرق اسلامی عسکری قانون کی الٰہی بنیاد اور جدید قوانین کی سیکولر بنیاد کو ظاہر کرتا ہے۔

8۔ اسلامی عسکری اخلاقیات اور انسانی حقوق

اسلام میں انسانی وقار کا تصور

اسلام میں انسانی وقار کا تصور انتہائی بلند اور جامع ہے جو انسان کو اللہ کی سب سے عظیم تخلیق قرار دیتا ہے اور اس کی جان، عزت، آزادی اور بنیادی حقوق کو مقدس مانتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی اور انہیں زمین پر خلیفہ بنایا جو انسانی وقار کی بنیاد ہے۔ یہ وقار جنگ کے دوران بھی برقرار رکھا جاتا ہے اور عسکری اخلاقیات اسے جنگ کے میدان میں بھی محفوظ رکھنے کا حکم دیتی ہے۔ اسلامی عسکری اخلاقیات انسانی جان کو اللہ کی امانت سمجھتی ہے اور اسے غیر ضروری طور پر ضائع کرنے سے سختی سے منع کرتی ہے۔ ابن رشد نے اپنی کتاب میں انسانی وقار کو اسلامی عسکری اخلاقیات کی بنیاد قرار دیا ہے جو جنگ میں بھی غیر جنگجوؤں کی جان اور عزت کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے اور انسان کو اللہ کی عظیم تخلیق مانتا ہے[37]۔ یہ تصور اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی حقوق سے جوڑتا ہے۔ ابن قدامہ نے بھی اپنی کتاب میں انسانی وقار کو اسلامی عسکری اخلاقیات کا مرکزی اصول بتایا ہے جو جنگ کے دوران بھی انسان کی جان، عزت اور آزادی کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے اور اسے اللہ کی امانت قرار دیتا ہے[38]۔ یہ وقار

---

[34] Larry May, War Crimes and Just War, Cambridge University Press, Cambridge, 2007, p. 189

[35] Richard Bonney, Jihad: From Qur'an to Bin Laden, Palgrave Macmillan, New York, 2004, p. 123

[36] Ahmed S. Hashim, When Counterinsurgency Wins: Sri Lanka's Defeat of the Tamil Tigers, Georgetown University Press, Washington, DC, 2013, p. 167

[37] محمد بن احمد بن رشد، بداية المجتهد ونهاية المقتصد، دار الحديث، القاهرة، 2000، جلد 4، ص 89

[38] موفق الدين عبد الله بن أحمد ابن قدامة، المغني، دار الفكر، بيروت، 1985، جلد 13، ص 167

جنگ میں بھی غیر جنگجوؤں، زخمیوں اور قیدیوں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے۔ یہ تصور اسلامی عسکری اخلاقیات کو انسانی حقوق سے ہم آہنگ بناتا ہے جو جنگ کو رحمت اور عدل سے جوڑتا ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ وقار اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہے جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ تصور انسانی حقوق کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے جو اسلامی عسکری اخلاقیات کی اہم خصوصیت ہے۔ یہ اصول اسلامی معاشرے میں ذہنی سکون اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔

جنگ کے دوران انسانی حقوق کی پاسداری

اسلامی عسکری اخلاقیات جنگ کے دوران انسانی حقوق کی پاسداری کو لازمی اور بنیادی قرار دیتی ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنت سے مستنبط ہے اور جنگ کو بھی رحمت، عدل اور انسانی وقار سے جوڑتی ہے۔ نبی ﷺ نے جنگ میں غیر جنگجوؤں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، زخمیوں اور قیدیوں کی حفاظت کا سخت حکم دیا اور انہیں نقصان پہنچانے سے منع کیا۔ یہ اخلاقیات جنگ کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے پاک رکھتی ہیں اور اسے دفاعی اور ظلم کے خاتمے تک محدود رکھتی ہیں۔ یہ پاسداری اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہے جو جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتی ہے۔ ابن کثیر نے اپنی کتاب میں جنگ کے دوران انسانی حقوق کی پاسداری کو نبی ﷺ کی سنت کا عملی نمونہ قرار دیا ہے جو غیر جنگجوؤں کی جان و مال کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے اور جنگ کو رحمت سے جوڑتا ہے[39]۔ یہ پاسداری اس لیے اہم ہے کہ یہ جنگ کو انسانی حقوق سے جوڑتی ہے۔ یحیی بن شرف النووي نے بھی اپنی کتاب میں جنگ کے دوران انسانی حقوق کی پاسداری کو اسلامی عسکری اخلاقیات کا مرکزی اصول بتایا ہے جو زخمیوں، قیدیوں اور شہریوں کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے اور جنگ کو اخلاقی حدود میں رکھتا ہے[40]۔ یہ اصول جنگ میں غیر ضروری خونریزی سے منع کرتے ہیں اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ پاسداری اسلامی عسکری قانون کی عملی تطبیق ہے جو جنگ کو انسانی اور اخلاقی سطح پر بلند کرتی ہے۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ پاسداری اسلامی عسکری اخلاقیات کی اہم خصوصیت ہے جو انسانی حقوق کی حفاظت کو لازمی قرار دیتی ہے۔ یہ اصول معاشرے میں ذہنی سکون اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔

سیرتِ نبویؐ میں رحمت و عدل کے مظاہر

سیرتِ نبوی ﷺ میں رحمت و عدل کے مظاہر اسلامی عسکری اخلاقیات کی سب سے بڑی اور زندہ مثال ہیں جو نبی کریم ﷺ نے جنگ کے میدان میں بھی رحمت، عفو اور عدل کا مظاہرہ کر کے پیش کیں اور یہ مظاہر انسانی حقوق کی پاسداری اور جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑنے کا عملی نمونہ ہیں۔ نبی ﷺ نے فتح مکہ میں عام معافی کا اعلان کیا، غزوہ حنین میں قیدیوں کو آزاد کیا اور غزوہ بدر کے قیدیوں کو تعلیم کے بدلے رہا کیا جو رحمت اور عدل کی اعلیٰ مثال ہے۔ یہ مظاہر جنگ کو ظلم اور انتقام سے پاک رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی رضا سے جوڑتے ہیں۔ عبد الرحمن بن عبد اللہ السھیلي نے اپنی کتاب میں سیرت نبوی میں رحمت و عدل کے مظاہر کو اسلامی عسکری اخلاقیات کا سب سے بڑا نمونہ قرار دیا ہے جو جنگ میں بھی عفو، رحمت اور عدل کو لازمی قرار دیتا ہے اور انسانی حقوق کی حفاظت کرتا ہے[41]۔ یہ مظاہر اس لیے اہم ہیں کہ یہ جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتے ہیں۔ جمال الدین ابن منظور نے بھی اپنی کتاب میں نبی ﷺ کے رحمت و عدل کے مظاہر کو اسلامی عسکری اخلاقیات کی بنیاد بتایا ہے جو جنگ میں غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کو لازمی قرار دیتا ہے اور جنگ کو رحمت سے جوڑتا ہے[42]۔ نبی ﷺ نے جنگ میں درختوں اور فصلوں کی تباہی سے منع کیا اور قیدیوں کو کھانا پینا اور لباس فراہم کرنے کا حکم دیا۔ یہ مظاہر اسلامی عسکری اخلاقیات کی عملی تطبیق ہیں جو جنگ کو انسانی اور اخلاقی سطح پر بلند کرتے ہیں۔ یہ اصول نوجوانوں اور فوجی افسران کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ مظاہر اسلامی عسکری قانون کی بنیاد ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ مظاہر جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز

---

[39] ابن کثیر، إسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، دار ھجر، القاھرۃ، 1998، جلد 4، ص 210

[40] یحیی بن شرف النووي، المجموع شرح المھذب، دار الفکر، بیروت، 1995، جلد 21، ص 145

[41] عبد الرحمن بن عبد اللہ السھیلي، الروض الأنف في شرح السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2000، جلد 4، ص 123

[42] جمال الدین ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 2005، جلد 12، ص 89

کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ مظاہر اسلامی عسکری اخلاقیات کی اہم خصوصیت ہیں جو انسانی حقوق کی حفاظت کو لازمی قرار دیتی ہیں۔ یہ مظاہر معاشرے میں ذہنی سکون اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔

9۔ معاصر دور میں اسلامی عسکری قانون کی اہمیت

جدید جنگی حالات میں اسلامی اصولوں کی افادیت

معاصر دور میں اسلامی عسکری قانون کی افادیت اس لیے انتہائی زیادہ ہے کہ جدید جنگی حالات میں ٹیکنالوجی، ڈرونز، سائبر وارفیئر، غیر ریاستی گروہوں اور ہائبرڈ جنگوں نے جنگ کی نوعیت کو تبدیل کر دیا ہے مگر اسلامی اصول اب بھی انسانی حقوق، اخلاقی ضابطوں اور دفاعی حکمت عملی کے لیے بہترین رہنما ہیں۔ اسلامی عسکری قانون جنگ کو صرف دفاعی اور ظلم کے خاتمے تک محدود رکھتا ہے، غیر جنگجوؤں کی حفاظت کو لازمی قرار دیتا ہے اور غیر ضروری تباہی سے منع کرتا ہے جو جدید جنگی ہتھیاروں کے غلط استعمال کو روک سکتا ہے۔ یہ اصول جدید جنگی حالات میں انسانی جانوں کی بے دریغ ہلاکت اور شہری آبادی کی تباہی کو روکنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ابن قیم الجوزیہ نے اپنی کتاب میں اسلامی عسکری اصولوں کی افادیت کو ہر دور کے لیے ثابت قرار دیا ہے جو جنگ کو اخلاقی اور انسانی حدود میں رکھتے ہیں اور جدید ٹیکنالوجی کے غلط استعمال کو روکتے ہیں[43]۔ یہ افادیت اس لیے اہم ہے کہ یہ جدید جنگی ہتھیاروں کے غیر انسانی استعمال کو شرعی طور پر ممنوع قرار دیتی ہے۔ ابن مفلح نے بھی اپنی کتاب میں اسلامی عسکری اصولوں کو جدید حالات میں بھی مؤثر بتایا ہے جو جنگ میں غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور اخلاقی ضابطوں کو برقرار رکھتے ہیں اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کو روکتے ہیں[44]۔ یہ اصول جدید جنگی حالات میں سائبر حملوں، ڈرون حملوں اور کیمیائی ہتھیاروں کے استعمال کو بھی اخلاقی طور پر ممنوع قرار دیتے ہیں۔ یہ افادیت اسلامی عسکری قانون کو ایک زندہ اور فعال نظام بناتی ہے جو ہر نئے چیلنج کا سامنا کر سکتا ہے۔ یہ اصول نوجوان فوجی افسران اور حکام کے لیے رہنما ہیں جو جنگ کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ افادیت اسلامی عسکری قانون کی برتری کو ظاہر کرتی ہے جو جدید جنگی قوانین سے بھی زیادہ جامع اور انسانی ہے۔ یہ اصول جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتے ہیں۔ یہ افادیت معاصر دور کے جنگی چیلنجز کا سب سے بہتر جواب ہے جو انسانی حقوق کی حفاظت کو یقینی بناتی ہے۔

عالمی امن کے قیام میں اسلامی تعلیمات کا کردار

اسلامی تعلیمات عالمی امن کے قیام میں ایک انتہائی مؤثر اور پائیدار کردار ادا کر سکتی ہیں کیونکہ اسلام امن کو اللہ کی رحمت اور انسانی فلاح کا نام دیتا ہے اور جنگ کو صرف دفاعی اور آخری چارہ قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ امن کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ جو عالمی امن کی بنیاد ہے۔ یہ تعلیمات معاہدوں کی پاسداری، عفو و درگزر، باہمی تعاون اور عدل کو فروغ دیتی ہیں جو عالمی تنازعات کے پرامن حل میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہیں۔ یہ تعلیمات عالمی امن کو اللہ کی حاکمیت اور انسانی حقوق سے جوڑتی ہیں جو سیکولر عالمی اداروں کے سیاسی اصولوں سے زیادہ جامع اور مستحکم ہیں۔ Richard Bonney نے اپنی کتاب میں اسلامی تعلیمات کو عالمی امن کی بنیاد قرار دیا ہے جو معاہدوں کی پاسداری اور عفو کو لازمی قرار دیتی ہے اور جنگ کو آخری چارہ بناتی ہے[45]۔ یہ کردار اس لیے اہم ہے کہ یہ عالمی امن کو اخلاقی اور روحانی سطح پر بلند کرتا ہے۔ Ahmed S. Hashim نے بھی اپنی کتاب میں اسلامی تعلیمات کو عالمی امن کے قیام کا بہترین ذریعہ بتایا ہے جو باہمی تعاون، عدل اور رحمت کو فروغ دیتی ہے اور تنازعات کے پرامن حل میں مدد دیتی ہے[46]۔ یہ تعلیمات عالمی سطح پر معاہدوں کی پاسداری اور تنازعات کے پرامن حل کو فروغ دیتی ہیں۔ یہ کردار اسلامی عسکری قانون کی افادیت کو ظاہر کرتا ہے جو جنگ کو روک کر امن قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ یہ تعلیمات نوجوانوں اور عالمی رہنماؤں کے لیے رہنما ہیں جو امن کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتے ہیں۔ یہ کردار اسلامی تعلیمات کی عالمی افادیت کو اجاگر کرتا ہے جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتی ہے۔ یہ تعلیمات عالمی امن کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتی ہیں اور اسے شرعی اور

---

[43] ابن قیم الجوزیہ، أعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1991، جلد3، ص145

[44] ابن مفلح، محمد بن مفلح المقدسي، الفروع، مؤسسة الرسالة، بیروت، 2003، جلد6، ص78

[45] Richard Bonney, Jihad: From Qur'an to Bin Laden, Palgrave Macmillan, New York, 2004, p. 123

[46] Ahmed S. Hashim, When Counterinsurgency Wins: Sri Lanka's Defeat of the Tamil Tigers, Georgetown University Press, Washington, DC, 2013, p. 167

اخلاقی جواز کے ساتھ قائم رکھتی ہیں۔ یہ کردار اسلامی عسکری اخلاقیات کی اہم خصوصیت ہے جو انسانی حقوق کی حفاظت کو لازمی قرار دیتی ہے۔ یہ تعلیمات عالمی معاشرے میں ذہنی سکون اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہیں۔

مسلم ممالک کے دفاعی نظام میں ان اصولوں کا اطلاق

مسلم ممالک کے دفاعی نظام میں اسلامی عسکری اصولوں کا اطلاق ایک انتہائی اہم اور عملی ضرورت ہے جو دفاعی پالیسیوں، فوجی تربیت اور جنگی حکمت عملی کو اللہ کی حاکمیت، عدل اور انسانی حقوق سے جوڑتا ہے اور دفاعی نظام کو اخلاقی، روحانی اور موثر بناتا ہے۔ یہ اصول دفاعی فورسز کو یہ سکھاتے ہیں کہ دفاع اللہ کی رضا اور مظلوموں کی مدد کے لیے ہے اور جنگ میں بھی غیر جنگجوؤں کی حفاظت لازمی ہے۔ یہ اطلاق مسلم ممالک کو جدید ٹیکنالوجی اور جنگی ہتھیاروں کے استعمال میں اخلاقی حدود کا خیال رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ابن مفلح نے اپنی کتاب میں اسلامی عسکری اصولوں کے اطلاق کو دفاعی نظام کی بنیاد قرار دیا ہے جو فوجی تربیت اور حکمت عملی کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتا ہے اور دفاعی پالیسیوں کو اخلاقی بناتا ہے[47]۔ یہ اطلاق اس لیے اہم ہے کہ یہ دفاعی نظام کو شرعی اور اخلاقی سطح پر بلند کرتا ہے۔ النووي نے بھی اپنی کتاب میں اسلامی عسکری اصولوں کے اطلاق کو مسلم ممالک کے دفاعی نظام کی ضرورت بتایا ہے جو فوجیوں کو غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور اخلاقی ضابطوں کی پاسداری کی تربیت دیتا ہے اور دفاعی حکمت عملی کو موثر بناتا ہے[48]۔ یہ اصول دفاعی نظام میں فوجی تربیت، جنگی حکمت عملی اور اخلاقی ضابطوں کو شامل کرتے ہیں جو مسلم ممالک کو جدید چیلنجز کا سامنا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ اطلاق نوجوان فوجی افسران اور دفاعی حکام کے لیے رہنما ہے جو دفاع کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح سے جوڑتا ہے۔ یہ اصول اسلامی عسکری قانون کی عملی تطبیق ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوتے ہیں۔ یہ اطلاق دفاعی نظام کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتا ہے اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھتا ہے۔ یہ اطلاق اسلامی عسکری اخلاقیات کی اہم خصوصیت ہے جو انسانی حقوق کی حفاظت کو لازمی قرار دیتی ہے۔ یہ اطلاق مسلم ممالک میں ذہنی سکون اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔

10۔ نتائج اور سفارشات

تحقیقی نتائج کا خلاصہ

یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اسلامی عسکری قانون انسانی حقوق، اخلاقی ضابطوں اور دفاعی اصولوں کا ایک جامع اور ابدی نظام ہے جو جنگ کو اللہ کی رضا، عدل اور رحمت سے جوڑتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت میں جنگی حکمت عملی، اخلاقی ضابطے اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی عملی مثالیں موجود ہیں جو جدید جنگی قوانین جیسے جنیوا کنونشنز سے بہت سی مماثلتیں رکھتی ہیں، خاص طور پر انسانی جان کی حفاظت، غیر جنگجوؤں کے حقوق اور قیدیوں کے ساتھ مناسب سلوک کے میدان میں۔ اسلامی قانون جنگ کو صرف دفاع اور ظلم کے خاتمے تک محدود رکھتا ہے جبکہ جدید قوانین سیکولر اور سیاسی بنیادوں پر قائم ہیں۔ دونوں میں غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور انسانی وقار کا مشترکہ اصول جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتا ہے۔ تحقیق سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلامی عسکری قانون جدید جنگی حالات جیسے ڈرون حملے، سائبر وارفیئر اور ہائبرڈ جنگوں میں بھی افادیت رکھتا ہے کیونکہ یہ اخلاقی حدود اور انسانی حقوق کی پاسداری کو لازمی قرار دیتا ہے۔ یہ نتائج اسلامی عسکری قانون کی برتری اور اس کی عالمی افادیت کو اجاگر کرتے ہیں جو جنگ کو ظلم اور فساد سے ممتاز کرتا ہے۔ یہ خلاصہ تحقیق کا مرکزی نتیجہ ہے جو اسلامی اور جدید قوانین کی ہم آہنگی اور فرق کو واضح کرتا ہے۔ یہ نتیجہ عملی سفارشات کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو مسلم ممالک اور عالمی سطح پر امن کے قیام کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ نتائج اسلامی تعلیمات کی عملی طاقت کو ظاہر کرتے ہیں جو معاصر چیلنجز کا جواب دے سکتے ہیں۔ یہ خلاصہ اسلامی عسکری قانون کی تاریخی اور موجودہ افادیت کو واضح کرتا ہے۔

اسلامی اور بین الاقوامی قوانین کے درمیان ہم آہنگی کے امکانات

اسلامی عسکری قانون اور بین الاقوامی جنگی قوانین کے درمیان ہم آہنگی کے بہت سے امکانات موجود ہیں جو انسانی حقوق کی حفاظت، غیر جنگجوؤں کی جان و مال کی سلامتی اور جنگی قیدیوں کے ساتھ مناسب سلوک جیسے مشترکہ اصولوں پر مبنی ہیں۔ دونوں نظام جنگ کو دفاعی اور محدود رکھنے، غیر ضروری تباہی سے روکنے اور رحمت و عدل کو برقرار رکھنے پر زور دیتے ہیں۔ جنیوا کنونشنز اور اسلامی اصول دونوں غیر جنگجوؤں کی حفاظت اور قیدیوں کے انسانی حقوق کو لازمی قرار دیتے ہیں جو عالمی سطح پر اخلاقی ضابطوں کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ یہ ہم آہنگی عالمی امن کے قیام میں اسلامی تعلیمات کو ایک فعال کردار دے سکتی ہے اور مسلم ممالک کو بین الاقوامی قوانین کی پاسداری میں زیادہ موثر بنا سکتی ہے۔ یہ

[47] ابن مفلح، محمد بن مفلح المقدسي، الفروع، مؤسسة الرسالة، بيروت، 2003، جلد6، ص210

[48] يحيى بن شرف النووي، روضة الطالبين وعمدة المفتين، المكتب الإسلامي، بيروت، 1991، جلد10، ص123

SCRR

مشترکہ اصول عالمی اداروں کے ساتھ تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں جو جنگ کے اخلاقی ضابطوں کو مضبوط کرتے ہیں۔ یہ ہم آہنگی اسلامی عسکری قانون کی عالمی افادیت کو اجاگر کرتی ہے جو جدید چیلنجز کا جواب دے سکتی ہے۔ یہ امکانات مسلم ممالک کو دفاعی نظام میں اسلامی اصولوں کو نافذ کرنے اور عالمی قوانین کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ یہ ہم آہنگی جنگ کو انسانی اقدار سے جوڑتی ہے اور ظلم اور فساد کو روکتی ہے۔ یہ نتیجہ اسلامی اور بین الاقوامی قوانین کی مشترکہ اخلاقی بنیاد کو واضح کرتا ہے۔ یہ ہم آہنگی عالمی امن اور انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے ایک مضبوط پلیٹ فارم فراہم کر سکتی ہے۔ یہ نتیجہ تحقیق کا عملی نتیجہ ہے جو مستقبل کے لیے سفارشات کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یہ ہم آہنگی اسلامی تعلیمات کی عالمی افادیت کو ظاہر کرتی ہے۔

مستقبل کے لیے عملی سفارشات

مستقبل کے لیے عملی سفارشات یہ ہیں کہ مسلم ممالک اپنے دفاعی نظام میں اسلامی عسکری اصولوں کو مکمل طور پر نافذ کریں اور فوجی تربیت، جنگی حکمت عملی اور دفاعی پالیسیوں میں غیر جنگجوؤں کی حفاظت، قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور جنگ کے اخلاقی ضابطوں کو شامل کیا جائے۔ تعلیمی اداروں اور فوجی اکیڈمیز میں اسلامی عسکری قانون کی تعلیم کو لازمی کیا جائے تاکہ نوجوان فوجی افسران اور دفاعی حکام ان اصولوں سے آگاہ ہوں اور انہیں عملی شکل دیں۔ عالمی سطح پر اسلامی تعلیمات کو بین الاقوامی انسانی قانون کے ساتھ ہم آہنگی کے لیے پیش کیا جائے اور اقوام متحدہ اور دیگر اداروں میں مسلم ممالک ان اصولوں کی ترویج کریں۔ یہ سفارشات مسلم ممالک کو جدید جنگی چیلنجز کا سامنا کرنے میں مدد دیں گی اور انہیں اخلاقی اور موثر دفاعی نظام بنانے میں معاون ثابت ہوں گی۔ یہ اقدامات عالمی امن کے قیام میں اسلامی تعلیمات کے کردار کو مضبوط کریں گے۔ یہ سفارشات اسلامی عسکری قانون کی عملی تطبیق ہیں جو ہر دور میں مفید ثابت ہوں گی۔ یہ اقدامات دفاعی نظام کو ظلم اور فساد سے ممتاز کریں گے اور اسے شرعی اور اخلاقی جواز کے ساتھ جائز رکھیں گے۔ یہ سفارشات اسلامی عسکری اخلاقیات کی اہم خصوصیت ہیں جو انسانی حقوق کی حفاظت کو لازمی قرار دیتی ہیں۔ یہ اقدامات مسلم ممالک میں ذہنی سکون اور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیں گے۔ یہ سفارشات تحقیق کا عملی نتیجہ ہیں جو مستقبل کی بہتری کے لیے ایک جامع حکمت عملی پیش کرتی ہیں۔ یہ اقدامات نوجوانوں اور فوجی افسران کو اللہ کی رضا اور انسانی فلاح کی طرف رہنمائی کریں گے۔ یہ سفارشات اسلامی عسکری قانون کی عالمی افادیت کو اجاگر کرتی ہیں۔